سید محمد زکریا انور
متعلم جامعہ خیر المدارس ملتان

تم کیا گئے؟

کتنی ہی ہر دل عزیز شخصیت ہو اُسے اس فانی دنیا سے ایک دن کوچ کرنا ہے۔ ہر روز ہم اپنی آنکھوں سے جنازے اٹھتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں موت کی فکر نہیں۔ ربّ ذوالجلال کا یہ حکم نہ جانے ہماری آنکھوں سے کیوں اوجھل ہے، **کل نفس ذائقة الموت** کہتے ہیں کہ انسان دنیا سے چلاجاتا ہے لیکن دلوں میں بسنے والے بظاہر دنیا سے منتقل ہوتے ہیں۔ بعض خوش بخت ایسے اجل کو سینے سے لگاتے ہیں کہ حیاتِ ابدی یعنی شہادت کی موت پاجاتے ہیں۔ یہ عظیم موت، عظیم لوگوں کے حصے میں ہی آتی ہے۔ اس موت کے بارے میں پیغمبر انقلاب، امام المجاھدین، نبی السیف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ، میری آرزو ہے کہ میں تیرے رستے میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیاجاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں اس حدیث مبارکہ سے آپ خود اندازہ لگائیے کہ شہادت کتنی عظیم نعمت ہے جسکے بارے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادت سے آرزو فرما رہے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے شہداء کی حیات کا صراحتاً اعلان فرمایا

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (پ۲، آیت ۱۵۴، ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

دیکھئیے شہادت کا مرتبہ کتنا عظیم ہے معروف واقعہ ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی مبارک زندگی گھوڑے کی پشت پر آگ و خون سے کھیلتے ہوئے گزار دی لیکن اجل بستر پر لکھی ہوئی تھی۔ نزع کے وقت آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کسی نے پوچھا موت سے ڈر گئے؟ فرمایا نہیں، میں نے تو رب سے شہادت مانگی تھی اور اسکی تلاش میں بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرلی لیکن موت بستر پر آرہی ہے۔

آجکل ہمارے ملک میں بے گناہ نمازی، علماء، طلباء اور دینی اسکالروں کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ کتنی ماؤں کے دل کے ٹکڑے اور کتنی بیویوں کے سہاگ اور کتنی بہنوں کی چادروں کے محافظ بھائی،

دین دشمن عناصر کے ہاتھوں عالم آخرت کی طرف چل بسے۔ انہی شہیدوں میں سے ایک میرا بہت ہی پیارا خالہ زاد بھائی، بھائی جان "سید محمد شاہ" بھی ہے۔ جس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا، جس کے ہنستے کھیلتے مسکراتے چاند سے چہرے پر ڈاڑھی پھوٹ رہی تھی۔ جو ابھی طفل مکتب تھا، جو تحصیل علم کے لئے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور گیا تھا۔ وہ با اخلاق شخص جو کسی سے ایک بار ملتا تو اسکے دل میں گھر کر لیتا، ماں کی امیدوں اور بہنوں کے ارمانوں کا سہارا نماز جمعہ کے لئے گھر سے گیا تھا، جس کا سامان تیار کر کے اس کی بہنیں انتظار کر رہی تھیں۔ سفر کے لیے کھانا باندھ کر ماں اسکی راہیں تک رہی تھی۔ بھائی اور والدہ بڑی بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔ وہ گھر سے پانی سے نہا کر گیا تھا لیکن جب گھر واپس پہنچا تو اپنی جوانی کے گرم اور پرجوش خون سے نہایا ہوا تھا۔ یہ تھا وہ معصوم نواسۂ رسول سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو آغازِ شباب میں ہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گیا۔ یہ میرے بھائی جان تھے۔ جو خطیب الاحرار، رفیق امیر شریعت، مولانا سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب احرار رحمہ اللہ کے نواسے، حضرت حافظ محمد نعیم شاہ صاحب کے چشم و چراغ اور شیخ الحدیث مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب کے ہونے والے داماد تھے۔ نہایت متقی، باصلاحیت نوجوان تھے۔ دارالعلوم کراچی کے ہونہار طلباء میں سے تھے۔ پہلے درجہ فارسی سے لیکر درجۂ حدیث تک جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں علم حاصل کیا۔ پھر تخصص (پی ایچ ڈی) کے لئے دارالعلوم کراچی چلے گئے۔ ابھی ایک سال مکمل ہوا تھا کہ تمام اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی توجہات اور شفقتوں کا مرکز بن گئے۔ سالانہ تعطیلات میں گھر آئے ہوئے تھے اور ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ شام کو فیصل آباد سے کراچی روانگی تھی۔

رخصت سفر باندھ کر اپنے استاذ مفتی محمد مجاہد صاحب کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے گئے۔ شروع ہی سے دونوں کے درمیان حد درجہ محبت اور انس تھا۔ مفتی مجاہد صاحب نے بحیثیت استاذ تربیت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ اکٹھے ہی آنا جانا ہوتا۔ چھٹیاں بھی انہیں کے پاس گزارتے۔ آج آخری سفر کے لئے بھی اکٹھے ہو گئے نماز جمعہ سے واپسی پر راستے میں کھڑے ہوئے دو دہشت گردوں نے ان معصومین کو خون میں نہلادیا۔ یہ نوجوانان اسلام اپنے پاک اور گرم خون کو لیکر ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور اپنے وطن کی آگ اور خون سے آلودہ فضاؤں کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دیا۔

تیرے جانے سے چمن میں اس طرح چھائی خزاں
ہر کلی ہے نوحہ گر ہر پھول کے آنسو ہیں رواں

اب انہیں شہید ہوئے دو ماہ بیت چکے ہیں مگر قاتل اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم حکومت سے انصاف کی بھیک نہیں مانگتے۔ ہم اپنے شہیدوں کے خون کا حساب ان فصلی بٹیروں اور نا اہل حکمرانوں سے نہیں لیتے۔ ہم نے کوئی احتجاج کوئی توڑ پھوڑ نہیں کی، ہم وطن کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنا عبادت

سمجھتے ہیں مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بے شرم حکمرانوں نے ہمارے اخلاص کا یہی صلہ دیا کہ ہمارے شہیدوں کے قاتلوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ ہم صبر کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے دین اور ظالم حکمران کے خلاف استغاثہ دائر کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور انصاف کرے گا اور ہمیں صبر کا صلہ عطاء کرے گا ان شاء اللہ۔ اس استغاثہ میں ایک نام نہیں بلکہ علماء حق کے خونِ ناحق کی ایک طویل فہرست ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ایثار القاسمی، مولانا صادق شاہ صاحب، مولانا احسان اللہ فاروقی، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار، مولانا انیس الرحمن درخواستی، مفتی عبدالسمیع، مولانا قاری اللہ داد تونسوی، خیر المدارس کے دو ہونہار طالب علم، ندیم اقبال اعوان ایڈووکیٹ، دارالعلوم کبیر والا کے دو طلباء اور اب فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی محمد مجاہد اور مولانا محمد شاہ شہید۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی دین حق کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے ان خادموں کو ناحق قتل کرنے والوں کو ضرور عبرتناک سزا دے گا۔

ملک میں بد امنی اور قتل وغارت کی جو فضا قائم ہے اس کے نتیجے میں آئے روز بے گناہ شہری موت کی وادی میں اتر رہے ہیں۔ ان سب بے گناہوں کا خون حکمرانوں ہی کے سر ہے۔ جو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

بھائی جان شہید انتہائی بااخلاق، اور ذہین و فطین تھے۔ اپنے نانا مجاہد اسلام سید فضل الرحمن احرار رحمہ اللہ کی آرزوؤں کا مظہر تھے۔ مولانا احرار ساری زندگی شہادت کی تڑپ میں پھرتے رہے لیکن

..... یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

بقول سعدی، اللہ کو اپنے جس بندے سے محبت ہوتی ہے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے بعد اسے اپنے دربار میں بلالیتے ہیں۔ بھائی جان شہید نے شہادت سے صرف ایک دن قبل جتنی امانتیں اپنی پاس تھیں سب کو ایک کاغذ پر لکھ کر امانتیں اس میں لپیٹ دیں اور آفرین ہے اس شہید ناز پر جب گولیاں اس کے نازک جسم پر لگیں اور دایاں ہاتھ شل ہو گیا جیب میں کسی کا خط تھا جو بائیں ہاتھ سے جیب سے نکالا اور اپنا مقدس اور گرم خون اپنی انگلیوں سے لگا کر اس شخص کا (جس کی یہ امانت تھی) فون نمبر لکھ دیا۔ اللہ اکبر...... اسکے بعد کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے رکشے کی سیٹ پر اپنا سر رکھ دیا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ ان کی میت کو ہسپتال لے جایا گیا۔ شہر میں اطلاع ہوئی تو سینکڑوں کی تعداد میں علماء و طلباء ہسپتال پہنچنا شروع ہو گئے الحمدللہ سید فہیم شاہ صاحب کی کوشش سے پوسٹ مارٹم نہیں کرنے دیا گیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور انکی سعی قبول فرمائے۔ کراچی میں تعلیم کے دوران ان کے شفیق استاذ مفتی محمد مجاہد شہید کی والدہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنے تعزیتی خط میں چند اشعار بھی نقل کئے تھے، ایک شعر تھا۔

وہ پھول چنا میرے گلستاں سے اجل نے
جس پھول کی خوشبو سے معطر ہے جہاں آج

میں یہی شعر اپنے شہید بھائی کی نذر کرتا ہوں...... شہید کی والدہ کو دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو رہی تھی، جو بھی آتا انہیں فرماتی "شہیدوں پہ رویا نہیں جاتا"

۱۴/مارچ کی صبح شہید معصوم کا جنازہ گھر سے اٹھا تو والدین صبر و استقامت کا پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ جامعہ امدادیہ پہنچے تو ان کے استاذ اور رفیقِ شہادت مفتی محمد مجاہد شہید ان کا انتظار کر رہے تھے۔ دونوں شہداء کو ڈی گراؤنڈ لے جایا گیا۔ یہاں نمازِ جنازہ اداء کی گئی۔ تاحد نگاہ انسانوں کا ایک خاموش سمندر تھا جو شہداء اسلام کے غم میں ساکت و جامد تھا۔ نمازِ جنازہ میں علماء و طلباء کے علاوہ مسلمانوں کے ایک جمِ غفیر نے شرکت کی۔ اور پھر یہ چاند چہرے ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

الوداع، اے محترم بھائی، الوداع۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے۔ آمین

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے روٹھ گئے دن بہار کے

ماہنامہ الرشید مارچ ۹۸ کی خصوصی اشاعت
مولانا انعام الحسن نمبر
امیر تبلیغی جماعت
۱۹۶۵ء تا ۱۹۹۵ء
۷۵۰ صفحات، سائز کلاں۔ قیمت/۲۵۰ روپے
الرشید کا سالانہ چندہ/۱۵۰ روپے بھیجکر/۱۵۰ روپے میں
گویا/۳۰۰ روپے میں سال بھر ماہنامہ الرشید اور خصوصی نمبر بھی،
ماہنامہ الرشید ۲۵ لوئر مال، لاہور۔ فون۔ ۷۱۱۱۸۹۹